معراجِ رسول ﷺ: فکرِ اقبال کا محرکِ تخلیق

پروفیسر عبدالحق

Various Quranic Verses are available in Iqbal's Poetry in reference to Mi'rage un Nabi, which were arranged in a repetitive manner. Sufr e Mi'raj has given Iqbal's thought a motivation and vision of an infinite power to accelerate his poetic intuition. The most high lighted (brightest) chapter of his thoughts and the distinguishing factor of identity recognition is a revolutionary lesson of continuous endeavour. The creation of Javed Nama is a wonderful manifestation of Iqbal's impressions about Sufr e Mi'raj (Travel of Mi'raj). Iqbal has also expressed his thoughts (about Mi'raj) at various places in his lectures (Khutbat). Attempts have been made in this article to cover such poetic sentiments and ideas of Iqbal related to Mi'raj.

بنی نوعِ بشر کی تاریخ کا سب سے مہتم بالشان واقعہ بعثتِ رسالت مآب ؐ ہے۔اور بعثتِ رسول ؐ کا سب سے عظیم الشان، حیرت فروز معجزہ معراج کا سفر ہے جو لامکاں کے مشاہدات سے معمور تکمیلِ دین کا منشور ہے۔ یہ حضور سرورِ کائنات ؐ کا خاص امتیاز ہے جو کسی دوسرے نبی کا نوشتۂ تقدیر نہ بن سکا۔اسی سے اسلام کے ارکان وعقائد کی اساس وادراک میں عالمِ غیب کے مشاہدات کی نورفشانی جلوہ گر ہوئی ہے۔سفرِ معراج نزولِ نبوت کا حکیمانہ حادثہ اور سلسلۂ رسالت کے اختتام کا اعلانیہ ہے۔دوسری طرف یہ ہمارے علم وعرفان کے لیے غیر معمولی موضوعِ سخن بھی ہے۔شاید ہی کسی دوسرے موضوع پر اتنا ضخیم سرمایۂ کلام موجود ہو۔سیکڑوں معراج نامے منظوم کیے گئے۔ یہ مقدس محفلوں میں جذبۂ شوق کے اظہار کا وسیلہ ہے۔ یہ ہماری فکری اور دینی ثقافت کا فروزاں عنوان بنا۔اقبال کی دنیائے فکر میں معراجِ رسول ؐ سرچشمۂ نور بن کر روشن ہوا۔اسی کے پرتوِ جمال نے فکر اقبال کو تازگی اور طرب ناکی بخشی ہے۔سفرِ معراج کی سایہ نشینی شعرِ اقبال میں جابجا نظر آتی ہے۔اسباب دعوتِ نظر کا مطالبہ کرتے ہیں۔اس مطالبے میں فکر ونظر کے ساتھ عرفان وآگہی کی پاکیزگی بھی شامل ہے۔

اقبال کی فکر وتخلیق کے دو بہت ہی خاص اور اہم مصدر ہیں۔کتاب اور صاحبِ کتاب ہی ان کے تلاطمِ افکار کا منبع ومخرج ہیں۔صحفِ سماوی کی آخری تنزیل قرآنِ کریم اور سلسلۂ ہدایت کے لیے آخری رسول ؐ فکرِ اقبال

میں روحِ رواں کی طرح سرگرم کار ہیں۔ اقبال نے صدقِ دل سے رموزِ بےخودی میں اعتراف کیا ہے:

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم　　　حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات　　　بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
گر در اسرارِ قرآں سفتہ ام　　　با مسلماناں اگر حق گفتہ ام(۱)

اسرارِ قرآں کے موتیوں سے افکار کو مزین کرنے کا اظہار بہت ہی معنی خیز ہے جسے مطالعۂ اقبال میں کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس اقرار میں بالِ جبریل کی غزل کا یہ شعر بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے:

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر(۲)

صاحبِ کتاب کے بارے میں اقبال نے ایک آخری بات کہہ دی ہے۔ پس چہ باید کا یہ شعر مطالعۂ اقبال میں حقیقتِ ابدی کی طرح ایک بڑے انکشاف کی حیثیت رکھتا ہے:

ایں ہمہ از لطفِ بے پایانِ تست
فکرِ ما پروردۂ احسانِ تست(۳)

یعنی یہ سب کچھ تیرے بےحساب لطف وکرم کی بدولت ہے۔ تیرے احسان وعنایت نے میرے افکار کی پرورش کی ہے۔ یہ دونوں اقرار اس قطعیت کے ساتھ کلامِ اقبال میں دوسری جگہ نظر نہیں آتے۔ فکرِ اقبال کے سرچشموں کی بازیافت میں یہ نکات قندیلِ رہبانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ معراجِ رسولؐ کی تفصیل انہی دو نکات پر منحصر ہے۔ اس گفتگو میں قرآن کریم کی آیات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ فکرِ اقبال میں ان آیات کے حکیمانہ اظہار کی نشان دہی کے ساتھ ان کے مؤثرات پیشِ نگاہ ہیں۔ قرآن کریم کرۂ ارض پر نازل ہونے والی آخری مقدس اور دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی مبارک کتاب ہے۔ اس نے انسانی فکر اور معاشرتی نظام کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ دانش وبینائی اور دین وایمان کی تمام نسبتیں اسی سے منسوب ہیں۔ فکر ونظر کی راہیں بھی اسی سرچشمۂ فیض سے پھوٹتی ہیں۔ یہی کتاب مسلم ثقافت کا منہاج ومصدر بھی ہے۔

قرآن کریم کے حکیمانہ حوالوں سے اقبال کے فلسفہ وفکر کے نکات گہری بصیرتوں کے حامل ہوئے ہیں۔ یہ حوالے مختلف نوعیت اور صورتوں سے پُرنور ہیں۔ کہیں پوری آیت کریمہ پیش ہے۔ جیسے

ہر زماں پیشِ نظر ''لاتخلف المیعاد'' دار(۴)
ٹل نہیں سکتا ''وقد کنتم بہ تستعجلون ''(۵)
اشہد ان لا الہ اشہد ان لا الہ(۶)

کہیں آیت کریمہ کے ٹکڑے منظوم کیے گئے ہیں۔ شعری ضرورتوں کی وجہ سے بھی اختصار سے کام لیا گیا

ہے۔صرف دو لفظوں سے استفادہ کیا گیا ہے،جیسے لاتخف، لاتحزنوا، لاتفسدوا، لاتقنطوا، کن فیکون، مازاغ، قاب قوسین. لیکن بیشتر مقامات پر صرف ایک لفظ سے پوری آیت کے اشارات منظوم کیے گئے ہیں۔

حاملِ خلق عظیم، صاحب صدق و یقیں(۷)

آیۂ تسخیر اندر شانِ کیست(۸)

کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود(۹)

سورۂ رحمٰن کی آیت کل یوم ھو فی شان کی طرف اشارہ ہے۔یہ صورت عام ہے۔اکثر اشارات بدون حوالہ ہیں۔آیات کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا(۱۰)

سورۂ آلِ عمران کی آیت 'وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور' سے ماخوذ ہے۔لفظیات سے شاعری کا الہامی منظر نامہ منور ہوتا ہے۔اکثر اشارات بدونِ حوالہ ہیں،شعر میں کم وبیش ترجمہ کی صورت نظر آتی ہے۔

ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں (۱۱)

آیت:ظلوماً جھولاً کی طرف اشارہ ہے۔

ہر شے مسافر ہر چیز راہی(۱۲)

کل من علیھا فان (سورۂ رحمٰن) کا ترجمہ محسوس ہوتا ہے۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں (۱۳)

انا سخرنا لکم ما فی السمٰوات والارض کی طرف واضح اشارہ ہے جس سے کلام اقبال فروزاں ہے۔یہاں قرآنی لفظیات کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں۔معراجِ رسولؐ کے ذکر میں کلام اقبال میں کم وبیش ایسے ہی قرآنی اشارات موجود ہیں۔جنھیں تکرار کے ساتھ منظوم کیا گیا ہے۔معراج کی قدرے تفصیل سورۂ والنجم کے پہلے رکوع میں ملتی ہے۔اس سورۃ کی طرف اشارے ملاحظہ ہوں۔ضربِ کلیم میں نظم کے آخری شعر کا اشارہ بہت ہی فکر انگیز ہے:

تو معنیٔ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا

ہے تیرا مدوجزر ابھی چاند کا محتاج(۱۴)

یہی اشارہ جاوید نامہ میں حلیم پاشا کے حوالے سے رقم کیا گیا ہے:

قرأتِ آں پیر مردے سخت کوش

سورۂ والنجم داں دشتِ خموش(۱۵)

معراجِ رسولؐ کے تذکرے میں سورۂ والنجم کی آیت مازاغ البصر وما طغیٰ کی بہت زیادہ اہمیت

ہے۔اس آیت کریمہ کی تشریح وتعبیر میں مسلم ادبیات میں ایک بہت وقیع ذخیرۂ تحریر موجود ہے۔اس آیت کریمہ کی راز جوئی اوراسرار کشائی میں پورے واقعہ کی روح جلوہ نما ہے۔یہ حضور رسالت مآبؐ کے سفر کا نقطۂ عروج ہے۔ یہی انتہائے کمال اور علوئے بشریت کی انتہا بھی ہے۔ اقبال نے اسی آیت سے فکری استفادے کی قندیل روشن کی ہے۔ان کے تصورِ معراج کے ادراک کی تمام نورفشانی اسی نقطے پر مرتکز ہے۔

رموزِ بیخودی میں پہلی بار اس آیت سے اقبال نے اپنی اجتہادی فکر کو آراستہ کیا ہے:

آں نگاہش سرِّ ما زاغ البصر
سوئے قومِ خویش باز آید دگر(۱۶)

معراج کے اس پہلو کی باز آفرینی کو ان کے فکری اجتہاد سے منسوب کیا جانا چاہیے۔اس نکتہ کا حاصل ہے کہ معراج انسانِ کاملؐ کے لیے عالمِ غیب کے روحانی مشاہدات کا وسیلہ ہے جس سے وہ سرشار ہوئے اور روئے زمین پر واپس آکر بہت قلیل مدت میں ایک عظیم الشان اور مثالی معاشرہ کی تربیت کی۔اس فکری مقدمے کو اقبال نے تشکیل جدید کے چوتھے خطبہ میں دوسری بار بڑی صراحت سے بیان کیا ہے۔ وہ اسے تکمیلِ دین اور انسانِ کامل کی سربلندی کا صلائے عام سمجھتے ہیں۔ اقبال نے اسے نکتۂ معراج کا اسرارِ سفر اور رازِ نہاں تسلیم کیا ہے۔اس خیال کی تائید میں اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ رسولِ اکرمؐ لامکاں کے مشاہدات ومحصولات کو سینے میں سمیٹے ہوئے واپس آئے:

چناں باز آمدن از لامکانش
درونِ سینہ او در کف جہانش(۱۷)

ذاتِ اقدسؐ کے سینے میں کائنات کے مشاہدات کا گراں بہا سرمایہ محفوظ ہوا۔ جاوید نامہ میں فلک زہرہ پر تیسری بار اسی آیت کا ذکر ملتا ہے۔

ما زاغ البصر گیرد نصیب
بر مقامِ عبدہٗ گردد رقیب(۱۸)

اقبال نے چوتھی بار ضرب کلیم میں دعائیہ کلمات کے طور پر اسے رقم کیا ہے:

فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ ما زاغ(۱۹)

رموز بیخودی میں پانچویں بار اس آیت کا اعادہ کیا گیا ہے:

اُمیّے پاک از ھوی گفتارِ او
شرح رمزِ ما غویٰ گفتار او(۲۰)

قرآن کریم کے سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر بہت مختصر ہے۔ صرف ایک آیت سے اس کی عظمت کا اظہار ہوا ہے۔ اقبال نے لفظ اسرائی جگہ استعمال کیا ہے اور اس کی گہری معنویت پر اشارے کیے ہیں۔ ایک شعر میں قرآن کریم کی تلمیحات بیان کی گئی ہیں۔ آدم کو علوم کا سکھانا اور محمدؐ کا سفرِ معراج دونوں حضورِ حق کی جلوہ گاہ کے رازِ نہاں ہیں:

مدعائے　　علم　　الاسماستے
سرِ　سبحان　　الذی　　اسراستے (۲۱)

مثنوی مسافر میں بھی اسی آیت کریمہ کا اشارہ موجود ہے:

آشکارا　　دیدنش　　اسرائے　　ماست
در　ضمیرش　مسجد　اقصائے　ماست (۲۲)

فکرِ اقبال میں سفرِ معراج کو بڑی معنویت حاصل ہے۔ انہوں نے جاوید نامہ میں مردِ مسلماں کے لیے اسے سنتِ رسالت مآبؐ قرار دیا ہے۔

سنتِ　او　سرّے　از　اسرار　اوست (۲۳)

اس سورہ کی دوسری آیت بھی فکر انگیز اور ہمارے دینی و روحانی مباحث میں سرِ عنوان شمار ہوتی ہے۔ نبیؐ کا قربِ الٰہی اور اس کی پُر اسرار نوعیت پر تفسیر و احادیث میں بڑی دل کشا صورتیں موجود ہیں۔ سیرتِ رسولؐ کے ذکر و فکر میں قاب قوسین سب سے لطیف اور سب سے زیادہ حیرت افروز منظر ہے۔ اقبال نے مولائے کائنات کے اس مخصوص اور منفرد امتیاز کو جگہ جگہ منظوم کیا ہے۔ ابتدائی اور متروک نظم 'فریادِ امت' کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

قاب قوسین بھی دعویٰ بھی عبودیت کا　　کبھی چلمن کو اٹھانا کبھی پنہاں ہونا (۲۴)
ماعرفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری　　قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری (۲۵)

اسی دور کی متروک نظم 'نالۂ یتیم' میں سورہ والنجم کی مذکورہ آیت کا دوسرا ٹکڑا بھی تلمیح میں شامل ہے:

طور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تو
معنیٔ یٰسیں ہے تو مفہوم او ادنیٰ ہے تو (۲۶)

'یٰسین' کی تلمیح کو بالِ جبریل کی غزل میں دہرایا گیا ہے:

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ (۲۷)

معراج کے تعلق سے سورہ والنجم کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اس کی آیات کو اقبال نے کثرت سے اپنی فکری اساس کا عنصر بنایا ہے۔ سفرِ معراج کے واقعہ نے اقبال کی فکر و نظر کو تحریک و تلاطم کی بے پایاں قوت بخشی ہے۔ ان

کی دنیائے فکر کا سب سے روشن باب اور شناخت کا امتیازی سبب سعیِ پیہم کا انقلابی سبق ہے۔ یہی ان کا حاصلِ فکر ہے جس کا مصدر قرآنِ کریم ہے جس میں غوطہ زن ہونے کی تاکید ہے۔ اور اس کے بغیر زندگی محال ہے۔

نیست ممکن جز بقرآن زیستن (۲۸)

قرآن پر عمل پیرا ہونے کی حکیمانہ تاکید ان کے بنیادی فکری اسلوب کا نشانِ امتیاز ہے۔ انہوں نے اسی کو زندگی کا میدان قرار دیا ہے۔ جو انسان گرمیِ قرآں کی حرارت سے محروم ہے اس سے خیر کی امید رکھنا فضول ہے:

سینہ ہا از گرمیِ قرآں تہی
از چنیں مرداں چرا امیدِ بہی (۲۹)

اس سرچشمۂ فکر میں معراجِ رسولؐ کے واقعہ نے اقبال کے فلسفہ و فکر کو سرگرمِ عمل رہنے کا جو حوصلہ بخشا ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس سفر کے لذتِ پرواز نے اقبال کو پرجوش کیا ہے۔ مسلم ادبیات میں غالباً اقبال کی پہلی مثال ہے جنہوں نے معراجِ رسولؐ سے متاثر ہو کر ایک عظیم الشان شعری تخلیق کو منظوم کیا۔ (۳۰)

یہ سفر فکر و عرفاں کے گہرے مسائل اور مباحث پر مشتمل ہے۔ یہ شعری مجموعہ ۱۹۳۲ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ اقبال کی تفکیرِ دینی کے امتیازات کو روشن کرنے کا سبب بنا۔ اتنے فکری مباحث کسی اور تخلیق میں نظر نہیں آتے۔ مطالعۂ اقبال میں یہ ناگزیر تخلیق ہے۔ اس صرفِ نظر کر کے اقبال کی تفہیم ممکن نہیں ہے۔ فکر و شعر کے حیرت انگیز امتزاج کا یہ ایک حیرت خیز نمونہ ہے۔ جس کی مثال نہ ماضی میں موجود ہے اور نہ حال میں حاصل ہو سکی۔ اس بے مثال تخلیق کا محرک و مصدر معراجِ رسولؐ ہے۔ یہ تخلیق معراج کے فیضان کا نتیجۂ فکر ہے تو دوسری طرف اس مبارک سفر کی اہمیت و غایت کو سمجھنے کے لیے ایک نیا فکری زاویہ نظر بھی ہے۔ یہ ایک بڑے مفکر شاعر کا تخلیقی اعجاز بھی ہے۔ شعری تخلیق کے علاوہ اقبال نے اپنی ڈائری *Stray Reflections* میں اور خطبات میں بھی معراج کے حیرت انگیز حوالے دیے ہیں۔

تشکیل جدید کے چوتھے اور پانچویں خطبے کی ابتدا کی عبارت بہت ہی فکر انگیز ہے۔ ڈائری کا یہ جملہ بھی کم اہم نہیں ہے۔ اقبال نے اپنے تصورِ خودی کو معراج رسولؐ سے نسبت دے کر ایک اجتہادی فکری نکتے کو پیش کر دیا ہے:

> "The Idea of Meraj in Islam is to face vision of reality without the slightest displacement of your own ego"

''اسلام میں معراج کا تصور اپنی خودی کا ایک لمحے کے لیے خیرگی کے بغیر حقیقتِ مطلق کا روبرو مشاہدہ ہے۔''

گویا معراج کا مشاہدہ فلسفۂ خودی کے وجود کی دلیل ہے۔ اس لیے بھی اقبال کو اس سفر اور مسافر دونوں سے گہری فکری نسبت ہے۔ جس کے طفیل تخلیق کا شاہکار وجود میں آیا۔ واقعۂ معراج کی معجز نمائی

ہے کہ اقبال کے قلب ونظر میں اس کے مؤثرات تخلیق کے خونِ گرم میں تبدیل ہوئے مسلم ادبیات میں کسی ذی فکر تخلیق کار نے اس عظیم الشان سفر کے متعلقات پر ایسی گہری گفتگو نہیں کی۔ حکمت ودانائی سے معمور جاوید نامہ کی تخلیق معراجِ رسولؐ کے تاثرات کی مظہر ہے۔ جاوید نامہ عہد حاضر کے عظیم فن کار کا سفرِ معراج ہے۔ جو بیداری اور بشری بدن کے حواس وادراک کے ساتھ ہے۔ اقبال کے تمام شعری مجموعوں میں جاوید نامہ کو خاص امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایمان ویقین کے ایک عظیم الشان واقعہ کے فیضان کا حاصل ہے۔ اتنے متنوع اور گہرے افکار سے معموران کا کوئی دوسرا مجموعہ نہیں ہے۔ ہونا بھی چاہیے تھا کیوں کہ اس کی نسبت کائنات کی سب سے برگزیدہ شخصیت سے ہے جو بہ ظاہر بشری مشتِ خاک میں نظر آتا ہے مگر حقیقت میں پیکرِ نور ہے۔ اور جسے انوار کے جلوہ ہائے نوع بنوع نے گھیر رکھا ہے۔ اس حقیقت کے بعد خواب وبیداری کی بحث اقبال کے نزدیک بے معنی ہے۔ اقبال نے اپنے مردِ کامل کی شبیہ سازی کی ہے۔ وہ خاکی ونوری نہاد اور بندۂ مولا صفات کا مجموعہ ہے۔ اقبال نے معراجِ نبویؐ سے استدلال کیا ہے کہ انسان کامل کی اکمل ترین ذات حضور رسالتِ مآبؐ کی ہے۔ کیوں کہ جلوۂ ربّانی کے روبرو ومشاہدات میں ایک لمحہ کے لیے بھی نگاہوں میں خیرگی نہ ہوسکی۔ تابِ نظر ذاتِ رسولؐ کی تکمیلیت کی تمثیل ہے۔ ذاتِ رسولؐ ہی انوارِ الٰہی کے تب وتاب کی متحمل ہوسکتی ہے۔ اقبال نے رموز بیخودی کے آخری حصہ 'عرض حال مصنف بحضور رحمت للعالمینؐ 'میں اقرار کیا ہے:

شش جہت روشن ز تابِ روئے تو(۳۱)

اس عنوان کا پہلا مصرع ہے:

اے ظہور تو شبابِ زندگی(۳۲)

لفظ ''ظہور'' غور طلب ہے۔ کیوں کہ یہی لفظ اپنی تمام تر معنوی وسعتوں کے ساتھ بالِ جبریل کی مشہور تخلیق ''ذوق وشوق'' میں رسالتِ مآبؐ سے متعلق مشہور بند میں بھی مستعمل ہے:

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب(۳۳)

تجھے دیکھنے کے بعد سراپا نور بن جانا فیضانِ الٰہی کی نگاہِ ناز کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ پیامِ مشرق میں ہے:

سراپا نورم از نظارۂ تو(۳۴)

معراج کی عظمت وبرکت کے بارے میں اقبال نے جابجا اظہار کیا ہے۔ بانگِ درا کے حصۂ سوم میں ایک مختصر نظم ہے۔ معراج کی حقیقت اقبال پر منکشف ہوچکی ہے۔ اور یہ خیال فکر کو مہمیز کرتا ہے۔ اس

خیال کی درخشانی تقریباً ہر جگہ نظر آتی ہے۔ اس شعر پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ سفرِ معراج ''کو رہ یک گام'' کہنا فکرِ اقبال کا بنیادی نکتہ ہے۔

کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں(۳۵)

اس کے بعد جاوید نامہ میں معراج کا کئی بار تذکرہ ہے۔ جو اقبال کی دینی فکر اور اجتہادی نظر کی وسعتوں اور انتہاؤں کی غمازی کرتے ہیں۔ معراج نے ہی جاوید نامہ جیسی عظیم الشان شعری تخلیق کو متحرک کیا ہے۔ اس واقعہ اسرا کے رموز کو جدید فکری تناظر میں دیکھنے کی دعوتِ فکر و نظر بھی ہے۔ یہ نکتہ ملاحظہ ہو:

چیست معراج آرزوئے شاہدے
امتحانے روبروئے شاہدے(۳۶)

دوسرا بیان بھی ملاحظہ ہو:

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج انقلاب اندر شعور(۳۷)

خالق تک رسائی اور اس کے روبرو فکر و عمل کے احتساب کی آزمایش ہی معراج کا اصل مفہوم ہے۔ جہاں سے بھی دیکھیے فکر و شعور میں اضطراب و انقلاب برپا کردینے کا نام ہی معراج ہے۔ گویا ذوقِ پرواز اور شعور میں انقلاب آفرینی سفرِ معراج کی مرہونِ نظر ہے۔ عزم و ہمت ہو تو بالائے آسماں سے بھی پرے پرواز اور پہنچنے میں ایک جست کی ضرورت ہے۔ پس چہ باید کرد میں تیسری بار اقبال نے اپنی فکر و آگہی سے مشہور حدیثِ نبویؐ کی ایک نئی تعبیر پیش کی ہے:

در بدن داری اگر سوزِ حیات
ہست معراجِ مسلماں در صلوٰۃ(۳۸)

ہر نماز میں بندہ مالک کے روبرو ہو کر ربِّ جلیل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ بھی بندہ کو اپنی نگہِ کرم نواز سے دیکھتا ہے۔ یہ دوسرا قولِ رسولؐ بھی اقبال کے پیشِ نظر ہے۔ علامہ کا اصرار ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب نمازی کے جسم و جاں میں جینے کی تڑپ اور تپش کا اضطراب و لولہ انگیزی برپا کیے ہو۔ لفظ معراج کو چوتھی بار بالِ جبریل کی غزل میں استعمال کیا گیا اور اس حقیقت کا ادراک کرایا ہے کہ بحر و بر ہی نہیں آسمان کے سورج چاند اور چمکتے تارے بھی بنی نوع انسان کی زد میں ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں(۳۹)

اس سے قبل ۱۹۲۳ء میں ہی طلوعِ اسلام میں اقبال نے چرخِ نیلی فام سے بھی آگے مسلمان کی منزل بتائی ہے:

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے(۴۰)

یہ تصورات تخیلی یا مثالی نہیں ہیں۔ اقبال کی دلیل ہے کہ مالک کون ومکاں کے محکم ارشادات ہیں جس میں تسخیر کائنات کی بشارت ہی نہیں عہد و پیمان کا اقرار نامہ بھی موجود ہے۔ آیۂ تسخیر کو اقبال نے بار بار یاد دلایا ہے:

آیۂ تسخیر اندر شانِ کیست　　　　این سپہرِ نیلگوں حیران کیست(۴۱)

میں پانچویں بار اقبال نے ضربِ کلیم میں ''معراج'' عنوان کی مختصر نظم میں معراجِ رسولؐ کی روح کو اپنے فکری نظام و پیغام کا حاصل قرار دیا ہے۔ ولولۂ شوق اگر پیدا ہو جائے تو بندۂ خاکی اپنی لذتِ پرواز سے چاند اور سورج کو بھی اپنی گرفت میں لا سکتا ہے۔ معراج نبویؐ مخصوص امتیاز اور سیرت سرورِ عالمؐ کا سب سے عظیم معجزہ ہے۔ یہ سِرّ سرا یعنی رازِ دو عالم کی تسخیر کا نسخۂ نبوت ہے۔ نظم کا پیغام اور لفظیات کے معنوی متعلقات توجہ طلب ہیں۔ یہی پیغامِ سفر پوری شاعری اور فکر میں رودِ رواں بن کر جاری ہے۔ جس کے مختلف نام اور متنوع اشارات ہیں۔

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج(۴۲)

ایک جگہ کہا ہے کہ زندگی کا حاصل لذتِ پرواز ہے:

زندگی جز لذتِ پرواز نیست(۴۳)

اس شعر میں نکتۂ معراج کی روح جلوہ فشاں ہے۔ ولولۂ شوق اور لذتِ پرواز سے اقبال کو خاص لگاؤ ہے۔ کلام میں کئی بار تکرار کے ساتھ ان لفظوں کا استعمال ہوا ہے۔ اردو و فارسی شاعری میں ولولہ اور پرواز کا کثرتِ استعمال فکرِ اقبال کے نہاں خانۂ راز میں بڑی معنویت کا حامل ہے۔ جیسے

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو(۴۴)

دلوں میں ولولۂ انقلاب ہے پیدا(۴۵)

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے(۴۶)

لفظ پرواز فکرِ اقبال کا بہت محبوب اور معنی خیز استعارہ ہے جو کثرت سے کلام میں ملتا ہے۔ یہی پرواز مسلسل جد و جہد کے آداب سکھاتا ہے اور سعیٔ پیہم کو جنوں خیز کرتا ہے۔

زندہ تر گردد ز پروازِ مدام(۴۷)

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں(۴۸)

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی(۴۹)
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا(۵۰)
جس رزق سے آتی ہے پرواز میں کوتاہی(۵۱)
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی(۵۲)
جہاں میں لذت پرواز حق نہیں اس کا (۵۳)
وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد(۵۴)

درجنوں اشعار اسی استعارے کی بدولت زندگی کی تابانی کے مضمرات سے روشن ہیں۔ اقبال نے بڑی قطعیت کے ساتھ اس نکتے کو پیش کیا ہے کہ اگر جذب وشوق ہو تو مٹی کا یہ بدن پرواز میں حائل نہیں ہوسکتا۔ یہ خاکی جسم صرف مٹی کا ڈھیر نہیں ہے۔ معراج نبیؐ اس پر واضح دلیل اور مشعلِ راہ ہے:

ایں بدن ما جانِ ما انبار نیست
مشتِ خاکے مانعِ پرواز نیست(۵۵)

اسی ضمن میں معراج سے متعلق یہ قول بھی ملاحظہ ہو۔

خاک را پرواز بے طیار داد(۵۶)

فرزند آدم بہ ظاہر مشت خاک نظر آتا ہے۔ مگر اس کی سرشت میں افلا کی صفات بھی ہیں۔ اقبال کا یہ شعر پیشِ نظر رکھیے:

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی(۵۷)

معراج کے تعلق سے سیر افلاک کے منظر نامے کو پیشِ نگاہ رکھیے اور کلام کو دیکھیے تو اس سے نسبت رکھنے والے ذخیرۂ الفاظ فکرِ اقبال کے مؤثرات کی غمازی کرتے ہیں۔ ان کے فکر کی دنیا میں اس واقعہ نے ایک انقلاب برپا کیا ہے۔ فلک، عالمِ افلاک، سیر افلاک، فلک الافلاک، مکاں و لامکاں، کہکشاں، آسماں، انجم، مہ ومہر، نیلگوں افلاک، بندۂ آفاق، صاحبِ آفاق، ستاروں سے آگے، پرے ہے چرخ نیلی فام، گم اس میں ہیں آفاق۔ اقبال کی نگاہ میں آب وخاک کچھ حقیقت نہیں رکھتے انسان کی ماہیت اس سے آزاد اور مادے سے ماورا ہے۔ اس میں پوشیدہ روح کی ہی جلوہ نمائی ہے جو لافانی ہے اور لازماں بھی۔

آدمے از آب و گل بالاترے(۵۸)

یہی روح تڑپنے پھڑکنے کی توفیق بخشتی ہے اور پرواز مدام کے اضطراب سے جسم و جاں کو گرم جوش رکھتی ہے۔ بود و نمود کی کشاکش پیہم سے جوہرِ زندگی آشکار ہوتا رہتا ہے۔ اقبال کے پیغام پر توجہ درکار ہے۔ یہ پیغام اسی انقلاب کی دعوتِ عام ہے جسے اقبال نے معراج کو شعوری انقلاب سے تعبیر کیا ہے

چیست معراج انقلاب اندر شعور(۵۹)

اس شعور کی بیداری سے ہی بیداریِ کائنات کا عرفان ہوتا ہے یہی بیداری لامکاں و برمکاں پر کمندیں ڈالتا ہے۔ اور اپنے شعلے سے جہانِ مکافات کو زیر و زبر بھی کرتا ہے۔ گلشنِ راز جدید کا یہ فکر انگیز شعر ہماری حیرت فروزی میں اضافہ کرتا ہے:

چو آتشِ خویش را اندر جہاں زن
شبیخوں بر مکاں و لا مکاں زن(۶۰)

اپنے وجود کی آگ سے لامکاں پر شب خوں مارنے یعنی رسائی اور بازیابی کا حوصلہ معراجِ رسولؐ کے طفیل ہے۔ اقبال اسی ولولے کو مردِ مسلماں کے قلب و نظر میں جاگزیں کرنا چاہتے ہیں۔ زمان و مکاں کے قید و بند میں اسیر ہو جانے کو اقبال ناپسند کرتے ہیں۔ کیوں کہ معراجِ رسولؐ نے ان حدود کو عبور کر کے ایک مثال قائم کی ہے۔ رسولِ مقبولؐ کے سفر میں زمانہ ٹھہر گیا۔ مکاں کی تمام وسعتیں منجمد ہو گئیں۔ اور آپ نورِ ربّی کے روبرو ہوئے۔ بنی نوع بشر کے لیے بھی یہی منہاج ہے اور منشائے سیرتِ پیغمبر خاتمؐ بھی۔

تو اے اسیرِ مکاں لامکاں سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں
فضا تری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں(۶۱)

معراجِ رسولؐ عروجِ آدم خاکی کی سب سے روشن دلیل ہے اور انسان کے منصب و مقام کی راہِ سلسبیل بھی۔ کہکشاں، تارے، نیلگوں افلاک، عروج آدم خاکی کے منتظر اور استقبال کے لیے فرشِ راہ ہیں۔ اقبال نے بالِ جبریل کی غزل میں اس حرفِ راز کو نفس جبرئیل کے حوالے سے بتایا ہے کہ جذبِ مسلمانی سرفلک الافلاک کی پنہائیوں کو اپنے وجود کے اندر مرتکز کر لیتا ہے۔

اک شرعِ مسلمانی اک جذبِ مسلمانی
ہے جذبِ مسلمانی سرِ فلک الافلاک(۶۲)

معراجِ رسولؐ کے سلسلے میں یہی سب سے اہم اور فکر انگیز نکتہ ہے جس پر علما و اکابرین نے عقل و خرد کی گتھیاں سلجھانے میں دانش و بینش کا بڑا سرمایۂ ادب تخلیق کیا ہے۔ اقبال کا اجتہادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ

ذات گرامیؐ کے وجود میں کائنات کی تمام وسعتیں اور پنہائیاں جذب ہوگئیں۔ نہ زماں رہا نہ مکاں۔ صرف بندہ رہا اور بندہ نواز۔ وقت ٹھہر گیا مکاں سمٹ گیا۔ بندۂ مومن کی یہی شان وشناخت ہے اور یہی اس کے وجود کا ہدف بھی ہے۔ اسی کو مذکورہ اشعار میں پیش کیا ہے۔ مزید صراحت کے لیے ان کے مشہور شعر پر بار دگر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبال انسان کو صاحبِ آفاق بننے کی آرزو رکھتے ہیں:

اس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق(۶۳)

مومن کے قلب وجگر میں خود آفاق گم ہوتا ہے اور غیر مومن کی پہچان ہے کہ وہ زمین وآسماں کے درمیان اپنے وجود سے محروم نظر آتا ہے۔ یہ شعر محاورہ ہی نہیں انسانوں کی پرکھ کا ابدی میزان ہے:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق(۶۴)

ان آسان لفظوں میں فلسفہ وفکر کی گہرائی دل ونظر کو مسحور کرتی ہے اور آدم خاکی کے مقام کو بار بار سمجھنے کے لیے ضرب لگاتی ہے۔ اقبال بے سوادی اور کم نگاہی پر ماتم بھی کرتے ہیں۔ وہ انسان کو بخشی گئی تسخیر کائنات کی بشارت سناتے ہیں کیوں کہ اس میں زمین وآسمان کو بدل دینے کی قوت ایک حقیقت ہے۔ جو فطرت نے بڑی فیاضی سے سپرد کی ہے۔ ارض وسما کا اس کے وجود میں گم ہونے یا سمٹ جانے کا فیصلہ بھی فضلِ ربّی ہے۔ اقبال ان کمالات سے متصف ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ انسان کائنات کے سربستہ راز کو افشا کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ زمان ومکاں کی تسخیر بھی اس کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ جاوید نامہ کے آغاز میں تمہیدِ زمینی کے ذیل میں لکھا ہے:

باش تا عریاں شود ایں کائنات　　　شوید از دامانِ خود گردِ جہات(۶۵)
بر مکاں و بر زماں اسوار شو　　　فارغ از پیچاک ایں زنار شو(۶۶)

اسی سلسلے میں یہ شعر معنیٰ خیز ہے کہ کائنات کو بے حجاب کیا جائے کہ کوئی پردہ حائل نہ ہوتا کہ انکشافات کے لیے کوئی رکاوٹ مانع نہ رہے۔ اسی طرح اقبال نے اپنے وجود کو بھی بے پردہ دیکھنے کی تلقین کی ہے۔ اس بے حجابی کا سلسلہ بھی ذاتِ حق اور ذات رسالت مآبؐ کے درمیان مازاغ البصر کا اشارہ ہے۔ اپنے وجود کی آگہی کے لیے بھی ضروری ہے:

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است(۶۷)

اسی کو معراجِ رسولؐ کے تعلق سے ''انقلاب اندر شعور'' کہا گیا ہے۔ وجود کے احساس کا انقلابی شعور ہی

مکاں ولامکاں سے بھی پرے پرواز کے لیے مائل اور مجبور کرتا ہے۔ اپنی ذات وصفات کا عرفان ہی اقبال کے فکر وفلسفہ کی روح ہے جسے خودی سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی سر بلندی عین ذات کے مشاہدات سے سرشار کرتی ہے۔ معراجِ رسولؐ سے ماخوذ اقبال کا یہ حکیمانہ اشارہ فکر ونظر کی راہوں کو روشن کرتا ہے۔ اس سے قبل معراج کو سنّتِ رسولؐ کہہ کر اقبال نے ایک بلیغ نکتے کا انکشاف کیا ہے۔ ربِّ عالم نے اطاعتِ رسولؐ کو صاحبِ ایماں کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ اطاعت واتباع میں روح وبدن کی قید نہیں روح کی پاکیزگی اور قلب ونظر کا اضطراب بھی شامل ہے۔ ذاتِ گرامیؐ کی ہر ہر ادا کی تقلید اور دل وجاں سے تسلیم کرنا ہی دونوں جہاں کی فلاح ونصرت کی دلیل ہے۔ اقبال کا خیال افروز اور عارفانہ اظہار بڑی بلیغ معنویت کا حامل ہے:

عاشقی محکم شود از تقلیدِ یار
تا کمندِ تو شود یزداں شکار(۶۸)

حضورِ حق کے ساتھ اپنے وجود یعنی خودی کا عرفان، لذتِ پرواز کا ولولۂ شوق، سعیِ پیہم، تسخیر کائنات کا سوزِ دروں، زمان ومکاں کے قید وبند سے آزادی، جلوۂ صفات کے مشاہدات سے مثالی معاشرے کی تشکیل وتربیت فکرِ اقبال کا ہفت پہلو آئینۂ جہاں ساز ہے۔ اور ان سب کا قبلہ نما رسولِ عربیؐ کا سفرِ معراج ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۱۲۱
۲- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص۳۸۲
۳- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص۸۴۴
۴- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص۲۹۶
۵- ایضاً، ص۳۲۲
۶- ایضاً، ص۴۰۱
۷- ایضاً، ص۴۲۵
۸- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص۵۹۶
۹- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)، ص۴۵۴
۱۰- ایضاً، ص۵۲۷
۱۱- ایضاً، ص۱۳۲
۱۲- ایضاً، ص۳۸۲
۱۳- ایضاً، ص۴۶۱

۱۴- ایضاً، ص ۵۲۹
۱۵- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۶۴۸
۱۶- ایضاً، ص ۱۶۰
۱۷- ایضاً، ص ۵۵۳
۱۸- ایضاً، ص ۶۷۵
۱۹- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۵۹۸
۲۰- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۱۳۹
۲۱- ایضاً، ص ۴۵
۲۲- ایضاً، ص ۸۷۳
۲۳- ایضاً، ص ۱۸۷
۲۴- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر صابر کلوروی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۰
۲۵- ایضاً، ص ۱۱۹
۲۶- ایضاً، ص ۴۱
۲۷- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)، ص ۳۶۳
۲۸- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۱۲۳
۲۹- ایضاً، ص ۷۸۸
۳۰- جاوید نامہ میں سات آسمانوں کے سفر کی روداد قلم بند کی گئی ہے۔ معلوم نہیں کیسے پروفیسر عبدالستار دلوی سے سات کی جگہ نو آسمانوں کے سیر کی غلطی ان کی کتاب اقبال اور برتری میں داخل ہوگئی۔ اس کتاب میں دوسرے گمراہ کن متن بھی شامل ہیں جن سے اقبال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن سے لے کر ادب تک ہر جگہ سات آسمانوں کا ذکر ہوا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں

۳۱- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۱۶۶
۳۲- ایضاً
۳۳- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)، ص ۴۳۶
۳۴- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۲۱۸
۳۵- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)، ص ۲۷۸
۳۶- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۶۰۸
۳۷- ایضاً، ص ۶۱۲
۳۸- ایضاً، ص ۸۳۴
۳۹- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)، ص ۳۶۴
۴۰- ایضاً، ص ۲۹۹

۴۱- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۵۹۶
۴۲- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)،ص۵۲۹
۴۳- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۹۲۷
۴۴- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)،ص۵۳۵
۴۵- ایضاً،ص۶۴۹
۴۶- ایضاً،ص۳۸۷
۴۷- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۶۱۹
۴۸- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)،ص۴۸۶
۴۹- ایضاً،ص۴۴۳
۵۰- ایضاً،ص۵۸۶
۵۱- ایضاً،ص۳۸۵
۵۲- ایضاً،ص۴۵۴
۵۳- ایضاً،ص۴۹۳
۵۴- ایضاً
۵۵- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۶۱۲
۵۶- ایضاً،ص۶۹۱
۵۷- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)،ص۳۹۶
۵۸- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۶۲۲
۵۹- ایضاً،ص۶۱۲
۶۰- ایضاً،ص۵۴۵
۶۱- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (اُردو)،ص۳۸۰
۶۲- ایضاً،ص۳۷۴
۶۳- ایضاً،ص۵۸۸
۶۴- ایضاً،ص۵۵۷
۶۵- محمد اقبال،علامہ، کلیاتِ اقبال (فارسی)،ص۶۰۸
۶۶- ایضاً،ص۶۱۱
۶۷- ایضاً،ص۶۰۷
۶۸- ایضاً،ص۲۲